
زیرِ لب
نازؔ ہاشمی
Zair-e-lab
Poetess Naz hashmi

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

آخری ان کہی کے نام

کیوں

کیوں بھی میں ، اس کو نہ کہہ پائی کبھی
سو کتابیں لکھ چکی ہوں زیرِ لب

فہرست

تبصرہ ۔ ابنِ مُنیب

"بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے"

ناز صاحبہ اور اِن کے کلام سے میرا اوّلین تعارف 2008 میں ایک اردو فورم کے ذریعے ہوا۔ شروع سے ہی اِن کے کلام نے بہت متاثر کیا اور ایک شعر تو عموماً زبان پر رہنے لگا

اشکوں کے بیچ تیرتی سپنوں کی کشتیاں
کرتی ہیں کچھ تلاش ، کہوں کس طرح تمہیں !

آج قریباً آٹھ سال بعد اِن کا پہلا مجموعہ دیکھ کر بے حد خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ بالآخر ناز صاحبہ نے اِس شعر میں کئے گئے اپنے ہی سوال کا جواب "زیرِ لب" کی صورت میں دے دیا ہے۔ اور کیا ہی خوب جواب ہے!

"زیرِ لب" بظاہر تو ایک عورت کی کہانی ہے، مگر درحقیقت یہ ایک حسّاس دل کی گفتگو ہے ارد گرد

دھڑکتے، تڑپتے اور پتھرائے دلوں کے ساتھ، اور اِس گفتگو کا موضوع ہے "احساس"۔

احساس، انسانی زندگی میں محبت کے کلیدی کردار کا

اپنی تربت کو رنگ لگ جاتے
چند کلِیاں وہ گر عطا کرتے

احساس، ہر دل میں رفاقت کی پیاس کا

حسن دو آتشہ بنانے کو
یار کی اِک نگہ ضروری ہے

احساس، مقدس رشتوں کا

پیار میں ہار جیت بے معنی
دل سے اِک رابطہ ضروری ہے

اور احساس، باہمی ذمہ داریوں کا

رات کا جو رہے گِلہ کرتے
کاش روشن وہ اِک دیا کرتے

"زیرِ لب" اِس احساس کی پامالی کے مناظر دکھا کر پامال کرنے والوں کو خوب جھنجھوڑتا ہے

رواجوں کے الاؤ میں
سُلگنا میری قسمت ہے
مجھے یہ درس ملتا ہے
یہ سب میرا مقدر ہے
وراثت معاف کرنی ہے
وفا کی لاج رکھنی ہے
جہاں ایثار لاحق ہو
مجھے قربان ہونا ہے
مجھے ہی دار چڑھنا ہے
سبھی کا مان رکھنا ہے
میں ہوں اِک مشرقی لڑکی
مجھے خاموش رہنا ہے!

پر اِس جھنجھوڑنے کے عمل میں نفرت یا مایوسی نہیں ہے، بلکہ انسان کے محبت چاہنے کی طرح محبت بانٹنے کی استعداد پر ایک بھرپور ایمان ہے، اور اِس جانب بڑھنے کی دعوت ہے

ہو گئے سب گیت میرے معتبر
ناز جب وہ گنگنایا زیرِ لب!

ساتھ ہر ذی شعور کی طرح ناز صاحبہ بھی موجودہ حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں، اور زیرِ لب ہی سہی، پر کہہ اُٹھیں

مسجد کا صحن اور ہوائیں لہو لہو
سجدوں میں گِر چکی ہیں قبائیں لہو لہو
بارود پورے عدل سے تقسیم ہو گیا
بچے لہو لہو ہیں تو مائیں لہو لہو

بے شک احساس ہی ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے، اور ناز صاحبہ کی یہ کاوش احساس کی دولت سے مالا مال ہے۔ ربِ کریم سے دعا ہے کہ وہ ''زیرِ لب'' کو بھرپور کامیابیوں سے نوازے۔

- ابنِ مُنیب

سویڈن، جنوری 2016

تبصرہ ۔ زبیر قیصر

زیرِ لب سرگوشیاں! شاعری ہمیشہ سے انسانی رویوں کی بھرپور عکاسی کرتی چلی آ رہی ہے۔

اسی دشت میں ناز ہاشمی نے اپنی آمد کا زیرِ لب، اعلان کیا ہے۔

ناز کا کہنا ہے آج کے انسان کے جذبۂ خلوص و محبت کی بجائے حرص و ہوس کے تابع نظر آتے ہیں۔

اور یقیناً مادیت پرستی نے ہم سے اخلاقی قدریں چھین کر مادی و مفادی رویے ہمارے اندر غیر محسوس طور پر اس طرح داخل کر دیے ہیں، کہ ہم ان کے اثر سے بچ نہیں پائے، اسی کیفیت کا اظہار ناز ہاشمی نے دیکھئے کس قرینے سے کیا ہے،

جہانِ حرص وہوس میں کسی کو پیار نہیں
یہاں خلوص و محبت پہ اعتبار نہیں

کہا جاتا ہے نا ، انسان اور کائنات امید کے

سہارے پہ قائم ہیں کسی کا ہجر، کسی کا وصال ہمارے ماہ و سال پہ چھایا رہتا ہے، ہم زندگی کے اسی دائرے میں گھومتے رہتے ہیں ، ہماری سوچوں میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی دریچہ ضرور وا ہوتا ہے ، جس سے ہم لاشعوری طور پر جھانکتے رہتے ہیں۔

اسی احساس کو ناز نے یوں بیان کیا۔۔۔

روز لگتا ہے کل رات کوئی تو تھا
غالباً آس کا در کھلا رہ گیا

یہ مت سمجھیئے کہ ناز محض دلبرداشتہ ہے، اور گلے شکوئے ہی کرتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے اس کی شاعری میں رومانوی آہنگ بھی نہایت خوبصورتی سے جھلکتا ہے ، آپ ایسی ایک جھلک دیکھیئے،

ایک صورت نظر میں ہے جیسے
رنگ ، خوشبو ، گلاب کی صورت

لوگوں کی ازلی ریت ہے کہ وہ ہمیشہ احسان کُشی

کامظاہرہ کرتے ہیں ہمارا سماج ایسے بے شمار لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ناز ہاشمی ایسے ہی ایک رویے کا نہایت قرینے اورسلیقے سے اظہار کرتی ہیں، اوراُن کا یہ پیرائے اظہار بہت منفرد ہے،

جبین ناز جھکائی تھی جس کے قدموں میں
اسی نے بخشی ہیں غم کی عنایتیں کیا کیا

ناز کی غزلوں ،نظموں کے اندر رومان بھی اسی طرح پایا جاتا ہے جس طرح سماجی شکوئے ،گلے اور رویے پائے جاتے ہیں،دراصل شاعر ہر کیفیت کو اپنی شاعری میں پینٹ کرتا ہے، ہر لحظہ کیفیت ایک سی نہیں ہوتی ،ناز کی نظم میرے ہمسفر سے کچھ لائینوں ملاحظہ ہوں،

اے مرے ہمسفر تو بھی محسوس کر
لفظ گونگے بھی ہیں، لفظ گویا بھی ہیں
الجھے الجھے ہوئے، لفظ جویا بھی ہیں

نرم لہروں کی بہتی روانی لیے
اک نئی روشنی کی کہانی لیے

اس نظم میں ناز کائنات اور زندگی کو اکیلے دیکھنے کی قائل نہیں ہے وہ اس سفر میں محبوب کو اپنا ہمسفر بنا کر منزلوں پہ لے جانا چاہتی ہے دل کے قریب رہنے والا جب سفر پر بھی ساتھ چلتا ہوتو سفر کس قدر سہانا لگتا ہے، یہ نظم ہمیں بخوبی بتاتی ہے،

میری نیک تمنائیں اور خواہشات ناز ہاشمی کی ہمسفر رہیں گی ۔ اللہ تعالیٰ ان کی منزلیں آسان کرے۔
آمین

زبیر قیصر

اٹک (باہتر)

جنوری 2016

تبصرہ۔شہزاد قیس

محترمہ نازؔ ہاشمی کی ''زیرِ لب'' خیال انگیزی کی آئینہ دار ہے۔ یہ نام گومگو کی سرحد پر سرگرداں کتنے ہی مضطرب و مضمحل خیالات کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایسے مرموز خیالات جن میں حروف کی روح پھونکے بغیر انہیں سپردِ گورِ فراموشی کر دینے میں ہی اپنی روایات کی مصلحت ، انا اور ظاہری تسکین پوشیدہ ہوتی ہے۔ کچھ نکات بہت قابل توجہ اور منفرد لگے۔

پہلی انفرادیت اس مجموعے کی خاصی تاخیر سے اشاعت ہے۔ اکثر بزرگ شعرا کی یہی روش رہی ہے اور نئے شعرا کو بھی اس رمز کو سمجھنا چاہیے۔

دوسری انفرادیت مجموعے کی ای بک ریلیز کرنا ہے۔ ہمارے ہاں ابھی اس کو ایک صنف تسلیم کرنے

سے بھی انکار کی روش ہے۔ ایسے میں شاعرہ کا اس میڈیم پر ظہور پذیر ہونا خاصا دلچسپ اور منفرد ہے۔ تیسری انفرادیت شاعرہ کی عربی ، فارسی معاشرت اور ان دونوں اردو ساز زبانوں میں مہارت اور دائم مطالعہ ہے۔ سوائے ادبیات کے اساتید کے یہ خوبی بھی آج کل مفقود ہے۔

چوتھی انفرادیت ایک پردہ نشین خاتون کی جانب سے صنف نازک کی مشکلات کا بھرپور بیانیہ ہے جو ورکنگ کلاس شاعرات کے کلام میں رہ جانے والے خیالات کی تکمیل و ترسیل میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ پانچویں انفرادیت شاعرہ کا کسی گروپ یا ادبی انجمن سے جدا، خاموشی سے اپنے کام پر توجہ دینا ہے۔

دعا ہے کہ نازؔ ہاشمی کی ''زیرِ لب'' شائقینِ ادب میں مقبول و معروف ہو۔ آمین۔

شہزاد قیسؔ

لاہور۔ جنوری 2016

تبصرہ ۔ عابی مکھنوی

نازؔ ہاشمی صاحبہ کا یہ پہلا مجموعہ کلام ہے ۔ یہ نہ ٹھاٹھیں مارتا طغیانی کا شکار سرکش دریا ہے اور نہ ہی کوئی تکبر اور نخوت میں ڈوبا سمندر ! اسے آپ نیلے آسمان کے نیچے سرسراتی اُداس ہوا سے ہلکورے لیتی نیلی جھیل کہہ سکتے ہیں ! گہری جھیل ! تنہا جھیل جو شاید ابھی دریافت بھی نہیں ہوئی ! ''زیرِ لب'' واقعی زیرِ لب ہے ۔

اس کتاب میں آپ کو نہ فلک شگاف نعرے ملیں گے اور نہ ہی کھوکھلے دعوے ! البتہ ورق ورق سرگوشیاں بکھری پڑی ہیں ۔ زہر اور خوشبو میں ایک خُوبی مشترک ہے کہ دونوں دھیرے دھیرے پھیلتے ہیں ۔

''زیرِ لب'' ہر اُس شخص کے لیے لاجواب تحفہ ہے جو سرد لہجوں اور سرد موسموں سے نہیں گھبراتا! جو بیابان صحرا میں چلتی بادِ صرصر سے لطف اندوز ہونا جانتا ہے !

نازؔ ہاشمی صاحبہ کی طرف سے آنے والی یہ کتاب اردو ادب کے گلدستے میں تروتازہ اور مہکتا گُلاب ہے ۔

عابی مکھنوی

عرضِ دل

شروع اللہ تعالیٰ کے اسمِ معظم سے جو بے انتہا کریم ہے اور پل پل رحیم۔ جس کی ذات عظیم ہے اور مخفیات کی علیم۔ جو معلمِ الف ، لام ، میم ہے اور ازلی فہیم۔ جو مشکلات میں نیکوکاروں کا ندیم ہے اور عاصیوں پر حلیم۔ جس کا کُن سب سے قدیم ہے اور دانائی ازلی حکیم۔ ان شکستہ حرفوں کی ہر خوبی اسی کے نام جو مطہر دلوں میں مقیم ہے اور پہلا کلیم۔

زیرِ لب میری پہلی کاوش ہے۔ خاکسار نے ایک معزز گھرانے میں آنکھ کھولی۔

عمل میں کچھ نہ ہونے کے باوجود اپنا ہر قدم مالکِ حقیقی کی رضا کے ساتھ اُٹھانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔

یقیناً یہ میرے والدین کی تربیت کا اثر ہے۔

چونکہ گھر میں مذہبی اور ادبی ماحول تھا۔
سو ادب ، حکمت اور حرف و آگہی کی وقعت کا گہرا احساس ہمیشہ رہا۔

ادبی اصناف میں شاعری سے خصوصی دلچسپی نہ جانے کب سے ساتھ ہے۔

اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی شاعری کے مطالعے نے ہمیشہ لطف دیا۔

اِسی سبب کچھ منظوم ترجمہ بھی اس کاوش میں شامل کرنے کی جسارت کی ہے۔

شروع سے ہی حساس طبع ہونے کے باعث دُکھ ، مسائل اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو عین دل پر محسوس کرتی رہی۔۔۔

اس معاشرے میں انسان کے مختلف چہروں اور نفسیات کی داستانیں بکھری پڑی ہیں جن کے دو ہی اہم فاعل اور مفعول ہیں یعنی ''مرد اور عورت''

دونوں کی فطرت جدا ہے۔ کہیں دھاڑ چنگھاڑ ہے
تو کہیں بے صدا سسکیاں،
کہیں آنسو ہیں تو کہیں قہقہے کہیں غرض تو کہیں
خلوص۔

یوں تو مرد اور عورت دونوں ہی حالات کے جبر کا شکار ہوتے ہیں مگر عورت مظلوم تر ہے چونکہ اس کے لیے انسانی روابط اور اپنے جذبات کا اظہار ایک کلیدی طلب ہے۔

بدقسمتی سے اس شدت طلب کے باوجود نسوانی جذبات کا اظہار اتنا ہی دشوار اور کم یاب ہے۔

اسی لیے میرا موضوع ''عورت'' ہے

عورت پھولوں کی مہک، کلیوں کی نرمی اور شبنم کی تازگی سے زیادہ لطیف احساسات رکھتی ہے مگر سختی جھیلنے پر آجائے تو دیو مالائی پہاڑ بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

خوش ہو تو صحراء میں پھول کھلا دے اور اداس ہو تو ہرے بھرے گلشن کو صحرا کر دے۔

انتظار کرنے پر آئے تو تمام عمر صِرف آس اور وعدے پر گزار دے اور جامِ صبر بھر جائے تو پل بھر میں جاں سے بھی گزر جائے۔

ساتھ دینے پر آئے تو اپنی راہ میں آنے والے ہر پہاڑ اور چٹان کو گراتی ہوئی، ہر گل پوش رہ گزار کو نظر انداز کرتی ہوئی خارزاروں پر بھی ہم سفر رہے۔ لیکن ساتھ چھوڑنے پر آئے تو چپ چاپ ہمیشہ کے لیے ساتھ چھوڑ جائے اور کبھی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔

ہر طالب کے لیے ناقابلِ تسخیر، اپنی ذات میں عزم و استقلال کا پیکر۔

زیرِ لب ایسی ہی عورت کی کہانی ہے جو سالہا سال کے مختلف موسموں کو اپنے اندر سموئے ہوئے چھوٹی چھوٹی خوشیاں، دکھ، کرب، آس امید، عزم اور انتظارِ لاحاصل یا سرور کی کیفیت میں جا بجا ہم کلام ہے۔

عورت کا موضوع تو ایک وسیع سمندر ہے اور میرا قلم ابھی نو آموز، سو بسا اوقات بات خود کلامی کے

دائرے سے آگے نہیں بڑھ پائی اسی لیے میں نے اپنی ان نیم جاں ، نصف بیاں سوچوں کو **زیرِ لب** کا نام دیا ہے۔

یوں **زیرِ لب** وہ احساسات ، خیالات اور نتائج ہیں جو دسترس میں ہوتے ہوئے بھی پوری طرح لفظوں کی شکل میں ادا نہیں ہو پاتے یا ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ انہیں کھُل کر ادا کیا جا سکے یا پھر انہیں بیان کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔

مدّعا دل کا سنایا زیرِ لب
کہہ کے بھی ہم نے چھُپایا زیرِ لب

اس مجموعے کو پیش کرتے وقت مجھے یہ ادراک بھی ہے کہ شاعری میں کوئی حرفِ آخر نہیں ہوتا اور بہتری کی گنجائش ہمیشہ ہونے کے مصداق شاید میں اپنے تئیں ابھی اس مجموعے کو منظرِ عام پر نہ لاتی مگر اساتذہ کے حکم پر تعلیمی عمل کے مقالے کے طور پر پیش کرنا پڑا۔

میں اپنے ربِّ رحیم کی ذاتِ اَقدس سے ملتمس ہوں کہ اس مجموعے میں شامل امکانی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرماتے ہوئے آئندہ مؤثر تر لکھنے کی سکت عطا فرمائے۔

گناہ گار ہوں میں ، خطا کار ہوں میں
تِری رحمتوں کی طلب گار ہوں میں
تِرا لُطف ہو ، مجھ پہ کر دے نوازش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنی رضا کے ساتھ دنیا میں رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔آمین۔

آپ کی گراں قدر آراء کا انتظار رہے گا

دعا کی طالب

نازؔ ہاشمی

حمد باری تعالے ﷻ

تِری جستجو ہے ، مجھے تیری خواہش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

کہ تُو مالک الملک ہے دوسَرا کا
یہی آسرا ہے ہر اِک بے نوا کا
تِرے نور کی دل پہ ہو جائے بارش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

گناہ گار ہوں میں ، خطا کار ہوں میں
تِری رحمتوں کی طلب گار ہوں میں
تِرا لُطف ہو ، مجھ پہ کر دے نوازش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

بروزِ قیامت مِری لاج رکھنا
مجھے روزِ محشر نہ محتاج کرنا
چلے گی نہ جس دن کسی کی سفارش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

مِرے ملک کی سر زمیں رو رہی ہے
مِری قوم مدت ہوئی سو رہی ہے
یہاں ہو رہی ہے بڑی گہری سازش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

لُٹیرے یہاں راہ بر ہو گئے ہیں
جو سفاک ہیں ، معتبر ہو گئے ہیں
فقط چلتی ہے ظالموں کی سفارش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

تِرے در پہ سجدہ ہو میری جبیں کا
رہے پاس ہر دم مجھے تیرے دیں کا
یہ ہے **نازؔ** کی اِنتہائے نگارش
ہے تجھ سے الٰہی کرم کی گزارش

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبیوں کے پیش امام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں
ذی عزّ و احترام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

محشر میں آسرا ہے فقط ان کی ذات کا
الطاف و خاص و عام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

اس در کی چاکری سے ہمیں اوج دیجیے
ہم دائمی غلام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

نقشِ قدم پہ آپؐ کے چلنے کی خواہشات
اِس دل میں گام گام ہیں سرکارِؐ دو جہاں

ہم بھیجتے رہیں گے اُنہیں تحفہ و سلام
گو واقفِ سلام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

حُجت سے آپؐ سیرت وصورت نہ ڈھونڈیئے
قرآن ہی تمام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

پلکوں پہ آنسوؤں کو سجا کر جو آئی ہوں
یہ خواب التیام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں

بولوں گی **نازؔ** روضہ ء سرکارِؐ چوم کر
دن رات سب حرام ہیں ، سرکارِؐ دو جہاں !!

آرزُو کا تیر کھایا زیرِ لب
دِل نے ہر غم گنگنایا زیرِ لب

زندگی قوسِ قزح میں ڈھل گئی
چار حرفی لفظ آیا زیرِ لب

غور سے دیکھوں تو ہر انسان نے
کتنی آہوں کو دبایا زیرِ لب

زیست گزری امتحاں در امتحاں
کیا کہیں ، کیا کیا نہ پایا زیرِ لب

جس میں میری بے گناہی ثبت تھی
اُس نے وہ قصہ سنایا زیرِ لب

اُس کے ہونٹوں پر کئی الزام تھے
ہم نے ہر شکوہ چھپایا زیرِ لب

آج کس کی یاد تڑپانے لگی
آج کس کا نام آیا زیرِ لب

کر کے اندھا اعتماد اک شخص نے
زندگی بھر آزمایا زیرِ لب

حسرتوں کی آگ جب دل میں لگی
چند خوابوں کو بچایا زیرِ لب

ہوگئے سب گیت میرے معتبر
نازؔ جب وہ گُنگُنایا زیرِ لب

فاقوں نے کم سِنی میں کہاں لا کھڑا کیا
اے حکمرانِ وقت تیرا اختیار دیکھ !

مدّعا دل کا سنایا زیرِ لب
کہہ کے بھی ہم نے چھپایا زیرِ لب

چھو کے شفقت سے مری تپتی جبیں
آہ ! ظالم مسکرایا زیرِ لب

رات ہم نے شہر کے سونے کے بعد
ضبط کا دریا بہایا زیرِ لب

آپ سے شکوہ کروں میں آپ کا ؟
میں نے تو خود کو بتایا زیرِ لب

اوس تتلی کے پروں پر آ پڑی
آس کا جگنو بجھایا زیرِ لب

آرزو کی پالکی میں بیٹھ کر
آنکھ میں غم جگمگایا زیرِ لب

نازؔ حق میں فیصلہ ہوتا بھی کیوں
ہم نے قاتل کا بتایا زیرِ لب

اِک مشرقی لڑکی

میں ہوں اِک مشرقی لڑکی
مجھے خاموش رہنا ہے

لبوں پر قُفل رکھنا ہے
ہمیشہ مُسکرانا ہے
محبت میں ۔۔۔ عداوت میں
رواج و رسمِ دنیا میں

مجھے خود کو کُچلنا ہے
بھرم وعدوں کا رکھنا ہے

میں ہوں اِک مشرقی لڑکی
مجھے خاموش رہنا ہے

رواجوں کے اَلاؤ میں
سُلگنا میری قسمت ہے
مجھے یہ درس ملتا ہے
یہ سب میرا مقدّر ہے
وراثت معاف کرنی ہے
وفا کی لاج رکھنی ہے
جہاں ایثار لاحق ہو
مجھے قربان ہونا ہے

مجھے ہی دار چڑھنا ہے
سبھی کا مان رکھنا ہے
میں ہوں اِک مشرقی لڑکی
مجھے خاموش رہنا ہے

وفاؤں کے ہزاروں گیت گاتے باہمی رشتے
غم واندوہ کے صحرا میں
جب جب چھوڑ بھی جائیں
ہر اِک شکوہ لبوں کی اوٹ کے پیچھے چھُپانا ہے
بکھر کر، ٹوٹ کر، خود میں سمٹ کر مُسکرانا ہے

میں ہوں اِک مشرقی لڑکی
مجھے خاموش رہنا ہے

اگر دل توڑ دینے پر سزا عائد یہاں ہوتی
تو اس دنیا کے اکثر لوگ پھانسی چڑھ گئے ہوتے !

مجھے پھر بنا

مرے کوزہ گر، مرے مہرباں
کروں کس طرح شبِ غم بیاں
تری بے رخی، تری غفلتوں سے
شکستہ ریز ہے بت مرا
یہی تیرا فن ہے تو سن ذرا
مرے کوزہ گر، مرے مہرباں
مجھے کر فنا، مجھے پھر بنا

مگر اب کی بار ہے التجا
مری خاک اپنی وفا سے گوندھ
کہ کوئی فریب اثر نہ ہو
مجھے ایسے چاک پہ تُو گھما
کہ ہوں ختم میری خودی، انا
ترے دست و لمس کے ہیر پھیر میں
مجھ کو اپنی خبر نہ ہو
ترے تیز عشق کی آنچ میں
مجھے اس طرح سے تو پھر جلا
کہ مرے سلگتے وجود پر
تری بے رخی، تری غفلتوں کا
کبھی بھی کوئی اثر نہ ہو!
مرے کوزہ گر، مرے مہرباں
مجھے کر فنا، مجھے پھر بنا!

دیارِ یار سے گزرے
گل و گلزار سے گزرے

تمہارے وصل کے لمحے
عجب رفتار سے گزرے

کسی کو جیتنا چاہا
مگر ہم ہار سے گزرے

کبھی تو درد کا منظر
نگاہِ یار سے گزرے ؟

اٹھا کر کاغذی کشتی
یہ کس منجدھار سے گزرے

محبت میں لگا ایسے
کہ ہم بھی دار سے گزرے

کہانی اور بن جائے
مرے کردار سے گزرے

پھر اُس کے بعد کیا دیکھوں
نظر اخبار سے گزرے

اُسے خود کو پرکھنا ہے
مرے معیار سے گزرے !!

رہے موتی نگاہوں میں
بڑے تہوار سے گزرے

بن اُس کے **نازؔ** سب لمحے
بہت بیکار سے گزرے

ملے تھے غم مجھ کو مفت لیکن
خوشی کی قیمت چکا رہی ہوں !

اے میرے ہم سفر

اے میرے ہم سفر
تو بھی محسوس کر
میرے افکار میں

میرے اشعار میں
میرے اطراف میں
بکھرے بکھرے ہوئے
بے صدا لفظ ہیں
ان کہے لفظ ہیں
یہ ترے لفظ ہیں یا مرے لفظ ہیں
اے میرے ہم سفر
تو بھی محسوس کر

لفظ گونگے بھی ہیں ،
لفظ گویا بھی ہیں
الجھے الجھے ہوئے
لفظ جویا بھی ہیں
نرم لہروں کی بہتی روانی لیے

اک نئ روشنی کی کہانی لیے
رات کی تیرگی میں اجالا لیے
جگنوؤں کی طرح جگمگاتے ہوئے
یہ ترے لفظ ہیں یا مرے لفظ ہیں
اے میرے ہم سفر
تو بھی محسوس کر

جیسے کوئی سماعت میں رس گھول دے
جیسے چنچل سی تتلی خوشی سے کہیں
پھول کلیوں پہ شوخی سے اڑتی رہے
گیت گاتے ہوئے
مسکراتے ہوئے
یہ ترے لفظ ہیں یا مرے لفظ ہیں
اے میرے ہم سفر

تو بھی محسوس کر
جب سے الفت تیری
میری رہبر ہوئی
زندگی ہر پہر مسکرانے لگی
بے خودی کی ادا مجھ پہ چھانے لگی
تجھ کو پانے کی حسرت مچلتی ہے جب
بے بسی نارسائی الجھتی ہے جب
مہرباں کی طرح پاس آ کے مرے
حوصلے اور دلاسے دلاتے رہیں
یہ ترے لفظ ہیں --------
یا مرے لفظ ہیں
اے میرے ہم سفر
تو بھی محسوس کر !!

اس آسمان کے اُس پار خوشبوؤں کی طرف
یہاں تو مل نہ سکے ملنا جنتوں کی طرف

جنوں بھٹکتا رہا ، در بدر اندھیروں میں
خِرد کی روشنی لائی ہے منزلوں کی طرف

تلاش کرنے تمھیں پوچھنے کو حال احوال
ہمارا عکس گیا ہے کچھ آئینوں کی طرف

محبتوں کے سمندر کا وہ جزیرہ تھا
میں لہر ، لہر بہی اُس کے ساحلوں کی طرف

اب آشیاں کی ، نشیمن کی خیر ہو مولا
لپکتا آتا ہے طوفاں مِرے گھروں کی طرف

میں اُس کی ذات میں تحلیل ہو نہیں پائی
وہ سنگ دل بھی تو رہتا تھا پتھروں کی طرف

مجھے تو مار دیا **نازؔ** دوستوں نے مِرے
میں دیکھتی ہی رہی اپنے دشمنوں کی طرف !

عجب بے حِس سی لڑکی ہے

اُسے کچھ لوگ کہتے ہیں
بڑی بے حِس سی لڑکی ہے

بہت کم مسکراتی ہے
سدا خاموش رہتی ہے !

بسی آنکھوں میں ویرانی
جمی چہرے پہ حیرانی

اگر کچھ پوچھ لے کوئی
جوابی بات کہہ کر
پھر یونہی خاموش ہوتی ہے

یہ خود میں کھوئی رہتی ہے
یہ کچھ مغرور لڑکی ہے !!

یہ باتیں سن کے
اس لڑکی کو پھر
کچھ یاد آتا ہے ----------

کبھی یہ لوگ کہتے تھے
بڑی چنچل سی لڑکی ہے
ہمیشہ مسکراتی ہے
اور اکثر گنگناتی ہے

چمکتا چاند سا چہرہ
کھنکتا شوخ سا لہجہ
دیئے جلتے ہیں آنکھوں میں
بڑی شوخی ہے باتوں میں
فضائیں دیکھ کر اس کو
خوشی سے جھوم جاتی ہیں
چمکتی رات اس کے نین میں
سپنے جگاتی ہے
کبھی گڑیوں کی شادی ہو

کبھی گیتوں کی بازی ہو
یہ ہر دم پیش رہتی ہے
بڑی الہڑ سی لڑکی ہے

یہ کتنی شوخ لڑکی ہے !

مگر اب لوگ کہتے ہیں
بڑی بے حس سی لڑکی ہے
بہت کم مُسکراتی ہے
سدا خاموش رہتی ہے

انہیں معلوم کیسے ہو

وفا کے قید خانے میں

فرائض کے نبھانے میں
جو لڑکی دار چڑھتی ہو

جسے سپنوں کے بننے کی
سزائیں وقت نے دی ہوں
جو رسموں اور رواجوں کے
الاؤ میں سلگتی ہو

لبوں کی نوک پر جس کے
گلے بے جان ہوتے ہوں

بدن کی قید میں جب
روح اکثر پھڑ پھڑاتی ہو
تو اک کمزور سی لڑکی

یونہی بے موت مرتی ہے

تو پھر کیوں لوگ کہتے ہیں؟
بہت سنجیدگی اوڑھے

عجب بے حِس سی لڑکی ہے
بہت کم مُسکراتی ہے
سدا خاموش رہتی ہے!

زندگی کے ہر قدم پر بے کراں منظر کھُلے
اِک خوشی کی آس میں کتنے غموں کے گھر کھُلے

اے محبت ! میں نے سمجھا تھا تجھے آساں سوال
سوچنے بیٹھی تجھے تو کیسے کیسے دَر کھُلے

خوش گمانی کے فلک پر اُڑ رہی تھی میں کہیں
آ گئی دھرتی پہ ، جس لمحے تِرے محور کھُلے

غیرتِ محرم نے دورِ نو کی چادر اوڑھ لی
کر لیے حوّا کی بیٹی نے جب اپنے سَر کھُلے

جستجوئے علم سے انساں خدا کو پا گیا
جو عمل کے بحر میں اُترے تو یہ جوہر کھُلے

خواہش و ارمان و حسرت ، اُلفت و ہجر و وفا
درد و غم کے کتنے دروازے مِرے اندر کھُلے

آج شب رونا پڑے گا حسرتِ ناکام کو
آج ہی اُس بے نوا دلدار کے تیور کھُلے

نازؔ کیوں رہتا ہے ہر دم اُس ستم گر کا خیال
اُس کا محوَر کون ہے، یہ راز کب مجھ پر کھُلے !!

پتھر کی مورت

(تصوراتی نظم)

''وہ اِک پتھر کی مورت تھی''

کسی صحرا میں استادہ

کئی آوازوں کے ٹیلے
گزرتے روند کر اس کو

مگر وہ پرسکوں رہتی

''وہ اِک پتھر کی مورت تھی''

کبھی حالات کا سورج
دہکتی آگ برساتا
کڑکتی دھوپ میں کندن
بدن آہن سا بن جاتا

کبھی تنہائی کی چیخیں
کبھی رشتوں کی خاموشی
دہکتے دن، سُلگتی شب
مسلسل دشتِ تنہائی

تمنا، آرزو، خواہش
کا اک مدفن تھا اس کا دل

کڑکتی بجلیاں، آندھی

گھنے طوفاں گزرتے تھے
وہ اس موسم کی شدت کو
زرا محسوس تو کرتی
مگر جنبش نہ کرتی تھی

''وہ اِک پتھر کی مورت تھی''

پھر اک دن یہ ہوا تھا کہ۔۔۔۔
اچانک سے وہ سب منظر
بدل اُٹھا تھا چپکے سے

حسیں گل رنگ سا بادل
بھٹکتا جھومتا اس کے نگر آیا

اور اُس پتھر کی مورت پر
زرا شوخی سے
اپنے پیار کی پھوار برسائی

لرزتی کانپتی پلکوں
پہ کچھ جُنبش سی در آئی

مُندی آنکھوں سے اس مورت نے
گرد و پیش میں دیکھا۔۔۔۔

نیا گل رنگ موسم تھا
معطر تھا، منور تھا
وہ کچھ حیرت سے مسکائی

حسیں مسکان سے بادل
خوشی سے جھوم سا اُٹھا

اور اُس پر ٹوٹ کر برسا
محبت کے رسیلے شبد کی پھوار جو برسی

تو اُس پتھر کی مورت سے
حسیں ناری نکل آئی ۔۔۔

بہاریں مسکرا اُٹھیں
فضائیں گنگنا اُٹھیں
گل و کلیاں چٹک اُٹھیں
حسیں منظر چمک اُٹھا

وہ اپنے سنگ ریزوں میں
نئی اِک زندگی پا کر

بہت نازاں تھی
شاداں تھی
کسی پریوں کی مانند
اپنے ارمانوں وادی میں
بڑی اٹھلائی پھرتی تھی ۔۔۔۔۔۔

وہ اس بادل کی سنگت میں
محبت اور مستی کے سنہرے گیت گاتی تھی
بڑی مسرور رہتی تھی

سمے بیتا ۔۔۔۔ کہ پل بیتے ۔۔۔۔

(خوشی کی ساعتیں کتنی عجب سُرعت سے جاتی ہیں)

پھر اک دن یہ ہوا کہ
وہ سبھی منظر بدل اُٹھا ۔۔۔۔۔
وہ بادل دھیرے دھیرے اک نئی نگری کو چل اٹھا

۔۔۔۔۔۔

حسیں منظر بدل اُٹھا

وہ ناری خواب سے جاگی ۔۔۔
تڑپتی، چیختی آہ و صدا دیتی
بیاباں میں نکل آئی ۔۔۔۔
ہر اِک جانب اُسے ڈھونڈا،
صدائیں دیں

''وہ اک آوارہ بادل تھا''

محبت کی صدائیں سن کے ہرجائی نہیں آیا ۔۔۔
وہ اک پل کی ضرورت تھی
کوئی پتھر کی مورت تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور اب وہ پھر اکیلی تھی
کوئی سایہ نہ بادل تھا
وہی موسم، وہی شدت،
زمانے بھر کے سرد و غم

اسی کندن بدن کو
برف کی چادر اوڑھاتے تھے۔۔

اور اس کے سارے آنسو
ساری آہیں منجمد ہو کر
اسے پتھر بناتے تھے
یوں ہی صدیاں کئی بیتیں
وہ اب پھر سے بنی پتھر

یونہی ٹیلے پہ استادہ
زمانے بھر کے سرد و غم
گزرتے روند کر اُس کو
مگر وہ بے اثر رہتی۔۔۔

''وہ اِک پتھر کی مورت تھی''

ہماری بے نیازی آپ کو کرتی ہے کیوں برہم
تغافل در تغافل آپ سے ہی ہم نے سیکھا ہے

آج کل ایسے گزرتے ہیں نہ جانے روز و شب
ہوگئے ہیں بھیڑ میں بھی قید خانے روز و شب

خود فراموشی کے عالم میں بھی جانے آج پھر
کیوں مجھے وہ یاد آتے ہیں پُرانے روز و شب

اُلفتوں کے سنگ ہی اِک سلسلہ ہے درد کا
زخم بنتے ہیں یہاں کتنے فسانے روز و شب

بیٹیوں کے قد سے ماؤں کو خوشی کے ساتھ ہی
سینکڑوں خدشے بھی آتے ہیں ستانے روز و شب

تتلی ، جگنو ، پھول ، کشتی ، بارشوں میں جھولنا
وہ مِری بچپن کی یادوں کے خزانے روز و شب

آندھیاں کرتی رہی تھیں پنچھیوں کو در بدر
پھر بناتے عزمِ نو سے آشیانے روز و شب

بے رُخی ، تکرار ، اُلجھی گفتگو کے باوجود
مجھ سے کرتا ہے وہ ملنے کے بہانے روز و شب

زندگی کے زہر کو پی پی کے جی اُٹھی ہوں میں
اور اب کیا ، کیا دکھائیں گے نہ جانے روز و شب

جب کسی کے رنج دیکھے ، اپنے غم یاد آ گئے
بن گئے ہیں **نازؔ** کیوں آئینہ خانے روز و شب !!!

نازؔ جس کو زندگی سمجھے تھے ہم
ایک لمحے کا حسیں احساس تھا !

وطن کی یادیں

بہت دنوں بعد کل اچانک
ہوائیں برہم سی چل پڑی تھیں
فضائیں ہلچل مچا رہی تھیں
در و دریچے بھی مرتعش تھے
شجر کی شاخوں کے رنگ عجب تھے

بدلتے موسم کی رات مجھ کو
خیالِ ماضی میں لے چلی تھی ۔۔۔۔

نظر میں ٹھہرے حسین منظر
گلاب منظر، وہ خواب منظر
وہ بہتے جھرنوں کی وادیاں تھیں
میرے وطن کی وہ بستیاں تھیں
وہ میرے بچپن کے خوشنما دن
سُہانی شامیں بہار گلشن
کہ تپتے پہروں میں اِک سکوں تھا
وہ سرد راتوں میں اِک فسوں تھا

وہ میرے گاؤں کی تیز بارش
وہ شوخ جھولوں کی سرسراہٹ

وہ سنگ سکھیوں کی کِھلکھلاہٹ
وہ تتلی جگنو کی جِھلملاہٹ
وہ چھوٹی خواہش
وہ عام چیزیں
نہ فکرِ دنیا، نہ ریت رسمیں
وہ سارے لمحے طمانیت کے
جو میری خوشیوں کے تھے خزانے۔۔۔۔۔

پھر آندھیاں چل اٹھیں کچھ ایسے
کہ سارے منظر بدل گئے تھے
حسین جھولے اجڑ گئے تھے
بہار گلشن خزاں کی صورت

وہ پھول سارے بکھر چکے تھے

اداس موسم ٹھہر گئے تھے
بہت دنوں بعد کل اچانک
یہاں بھی رِم جھم سی چل اُٹھی تھی
وطن کی یادوں میں ناز پھر سے
یہ آنکھیں پُرنم سی ہو چلی تھیں۔۔۔

''بہت دنوں بعد کل اچانک''

ٹھوکریں کھا کے ہم نے جانا ہے
زندگی درد کا فسانہ ہے

ہجر کی آنچ ہو یا غم کی تپش
دشت سے سلسلہ پُرانا ہے

جس کو بھٹکا دے راہ سے رَہبر
اُس مسافر کا کیا ٹھکانہ ہے

بے بصیرت ہجوم میں ہم کو
آگہی کا دیا جلانا ہے

احتسابِ عمل ضروری ہے
ہر عمل کا خراج پانا ہے

فاصلے ، نوری سال تک پہنچے
پھر بھی دل اُس کا آشیانہ ہے

اُس کی یادوں کو پالتے رہنا
نازؔ جینے کا اِک بہانہ ہے !!!

اک خطا اس کے روبرو کی تھی
گھر بنانے کی آرزو کی تھی

تنکا تنکا ہی جوڑنا چاہا
آشیانے کی جستجو کی تھی

ہر قدم پر جلا کے دل کا دیا
روشنی میں نے چار سُو کی تھی

بیچ رستے سے ہی پلٹ آئی
جو دعا میں نے با وضو کی تھی

خواب روٹھے ہیں آج بھی مجھ سے
میں نے آنکھوں سے گفتگو کی تھی

میں زمانے سے کیا گلہ کرتی
بے رخی اس نے دوبدو کی تھی

ایک قطرہ نہ مل سکا ہم کو
تشنگی کم سے کم سبو کی تھی

کون مرہم لگاتا زخموں پر
زندگی خود لہو لہو کی تھی

غالبا دوسروں کے دھوکے میں
جستجو اپنی کُو بہ کُو کی تھی

نازؔ تم نے بھی کس زمانے میں
سر چھپانے کی آرزو کی تھی !

جب سے پہنا ہے ہار الفت کا
غالبا خود سے ہار بیٹھی ہوں !

اس قدر پیہم ستم دِل پر ہمیں ڈھانا پڑا
سانس لینے کے لیے بھی خود کو اُکسانا پڑا

ہر نئے دن زندگی الجھی نئے انداز سے
روز اک حیران کن الجھن کو سلجھانا پڑا

زندگی تجھ کو گزاروں ! یا میں گذروں جان سے
بارہا یوں جیتے جیتے مجھ کو مر جانا پڑا

اک کسک ہے ، کشمکش ہے یا کشش ہے زندگی
کتنے جھوٹے قہقہوں سے خود کو بہلانا پڑا

دشمنوں نے جلد ہی تسلیم ہم کو کر لیا
دوستوں سے اپنا ہونا مر کے منوانا پڑا

زندگی کی دھوپ نے جب بھی کیا مجھ کو نڈھال
تیری یادوں کی پناہوں میں سمٹ آنا پڑا

منزلوں پر آ گئے لیکن یہاں تک آنے میں
اپنے کچھ حصوں کو اپنے دل میں دفنانا پڑا

وضع اپنی اس قدر تھی آہ کر سکتے نہ تھے
ہنستے ہنستے آنسوؤں کا زہر پی جانا پڑا

ہم نے تو اخلاص سے ہر دم نبھائی دوستی
ناز کیوں بدلے میں ہم کو زخم ہی کھانا پڑا

انتہا صبر کی بتا کیا ہے
یار کا جان سے چلے جانا !

چاندنی شب میں جل رہی ہوں میں
دھیرے دھیرے پگھل رہی ہوں میں

اس کا وعدہ تھا لوٹ آنے کا
گھر کی چھت پر ٹہل رہی ہوں میں

عشق کو راہ بر کیا میں نے
سنگ ریزوں پہ چل رہی ہوں میں

دور تک روشنی ہے پھیلی ہوئی
ہجر میں تیرے جل رہی ہوں میں

آئینہ تجھ کو کر لیا میں نے
عکس میں تیرے ڈھل رہی ہوں میں

آج پھر سے ترا خیال آیا
آج پھر سے مچل رہی ہوں میں

ایک خواہش بدل رہی ہے مجھے
ایک خواہش بدل رہی ہوں میں

اک نئے زخم کا تقاضہ ہے
چوٹ کھا کر سنبھل رہی ہوں میں !

عشق سا سانحہ ضروری ہے
زیست میں حادثہ ضروری ہے

پیار میں ہار جیت بے معنی
دل سے اک رابطہ ضروری ہے

منزلوں کی تلاش میں اکثر
اک نیا راستہ ضروری ہے

آنکھوں آنکھوں میں بات چلتی ہو
حسن سے واسطہ ضروری ہے

حسن دو آتشہ بنانے کو
یار کی اک نگہ ضروری ہے

گر محبت ہو دائمی لاحق
قرب میں فاصلہ ضروری ہے

روٹی ، کپڑا ، مکان رہنے دو
عشق بے انتہا ضروری ہے

اپنے اندر کے چند زخموں کو
رات دن دیکھنا ضروری ہے

جس پہ سر رکھ کے پھوٹ کر روئیں
ایک کاندھا بڑا ضروری ہے

لوگ زخموں سے لطف لیتے ہیں
نازؔ چپ سادھنا ضروری ہے

جمع کرنے کی جُستجو میں کوئی
مجھ کو تقسیم کر گیا لوگو !

غیر مردّف کلام

خواب ، خدشے ، ستم ، بکھرے بکھرے سے ہم
کیسے کیسے ہوئے چاہتوں کے کرم

اب تو اپنا بھی ملتا نہیں ہے پتہ
ہجر کی تیرگی میں ہوئے گُم صنم

ہر قدم پر ہیں لاشے تمناؤں کے
کیسے رکھیں یہاں زندگی کا بھرم

آرزو دل کی گلیوں میں پھرتی رہی
لب پہ فریاد تھی اور آنکھیں تھیں نم

اپنی فطرت سے مجبور ہیں چند لوگ
بھول جاتے ہیں ہم روز جن کے ستم

ذہن سوچوں کے نرغے میں گھرتا گیا
آرزو نے لیا جونہی پہلا جنم

کچھ ستم ذہن پر ایسے حاوی ہوئے
قصہ ء درد پورا ہوا نہ رقم

ہاتھ ملتی رہی یاں گدا زندگی
خواہشیں لے گیا کاروانِ عدم

اور نیکی اگر کوئی کر نہ سکو
دل دکھانا غریبوں کا تم کم سے کم

میری خوبی نہیں یہ ہے رب کا کرم
دل میں رچ بس گئی ہے اذانِ حرم

چاند تاروں سے آگے کی منزل ہے یہ
کون روکے گا اب **نازؔ** تیرے قدم

مِری دیوانگی پہنچی ، وفا کی آخری حد تک
محبت آج لے آئی ، دعا کی آخری حد تک

سرگوشی (گیت)

پونم کی شیتل کرنوں میں

سونی بوجھل سی راتوں میں

پھولوں پر جب شبنم چھائے

خوشبو، خوشبو جگ ہو جائے

تاروں کی روشن سی جھلمل

جگنو کی گُن مُن سی ہلچل
خوشیوں کے لائی پیغام

کیسے ان لمحوں میں کوئی آنکھ چُرائے موسم سے؟

شوخ ہوائیں جب لہرائیں
زلفوں کی بدلی اُلجھائیں

نرم رسیلے خوشبو جیسے

یادوں کے وہ دلکش جھونکے

بارش کے قطروں کی صورت

دل کی کھیتی پر جب برسے

سوئے سوئے کوئی جذبے،

دھیرے دھیرے کھولیں آنکھ

کیسے ان لمحوں میں کوئی آنکھ چُرائے موسم سے؟

رِم جھم سی برکھا برسے جب

چُپکے چُپکے پھول کھلیں تب

دھیرے سے کلیاں مُسکائیں

چاہت کے ہی دیپ جلائیں

ایسے عالم میں کیوں جاگیں،

پاگل دل میں کچھ ارمان

کیسے ان لمحوں میں کوئی آنکھ چُرائے موسم سے؟

سُندر، سُندر کومل سپنے

گوری کی آنکھوں سے کھیلیں

دور نگر سے کوئی آئے

اک سرگوشی سی کر جائے

ہونٹوں کو ہولے سے چھو لے، یادوں کی چنچل مسکان

کیسے ان لمحوں میں کوئی آنکھ چُرائے موسم سے؟

ساون کی اس پہلی رت میں

مدھم مدھم شور سا دل میں

اسکی یادیں ناز سے آئیں

پریم نگر کی سیر کرائیں

اسکے لمَس کی روشن کرنیں

سرد فضا کو دے دیں آنچ

کیسے ان لمحوں میں کوئی آنکھ چُرائے موسم سے؟

مسجد کا صحن اور ہوائیں لہو لہو
سجدوں میں گر چکی ہیں قبائیں لہو لہو

باطل کی ظلمتوں نے بپا کی تھی کربلا
اس غم میں آج بھی ہیں دعائیں لہو لہو

شبیرؓ کے لہو پہ جہاں سارا نوحہ زن
ارض و سما ، ہوائیں ، فضائیں لہو لہو

سہمے ہوئے نجوم و قمر ، کوکب و فلک
سورج کے خوں سے ساری شعائیں لہو لہو

کچھ دوستوں کی بزم میں گلشن سا ہے رِواج
آئیں گلاب وار تو جائیں لہو لہو

بارود پورے عدل سے تقسیم ہو گیا
بچے لہو لہو ہیں تو مائیں لہو لہو

کِس کِس کے غم پہ نوحہ و فریاد کیجیے
ہوتی ہیں آہیں اور صدائیں لہو لہو

خوابوں کے خار زار پہ چلنا ہوا کٹھن
وعدے کسی کے خوب رلائیں لہو لہو

اُلفت کے راستے میں ملے زخم اِس طرح
ہونے لگیں ہیں **ناؔز** وفائیں لہو لہو

اے خدا دردِ محبت جو دیا ہے تو نے
اب تو ہی اس کی دوا کر تو ہی دے مجھ کو شفا !

کتنی حسیں ہے شام چلے آیئے ذرا
ہونٹوں پہ ہے پیام چلے آیئے ذرا

یہ انتظار صرف میرا کام ہی رہا ؟
تکتے ہیں صبح وشام چلے آیئے ذرا

لمحے گزر رہے ہیں یہاں بن کے ماہ و سال
جینا ہوا حرام چلے آیئے ذرا

راہ حیات کاٹنی مشکل ہے کس قدر ؟
کٹتی نہیں تمام چلے آیئے ذرا

چاہیں اگر تو چاند ستارے سمیٹ کر
کرتے ہیں اہتمام چلے آیئے ذرا

میرے خیال ، شعر مرے ، میری زندگی
سب آپ کے ہے نام چلے آیئے ذرا

کب سے نگاہ نازؔ تو ہے محو انتظار
کرنے اسے سلام چلے آیئے ذرا

میرے چارہ گر

مِرے ہم سفر،
مِرے چارہ گر

یہ مسافتیں،
یہ کٹھن سفر
یہ ازل سے ہیں
میرے ہم سفر

میرے ساتھ چلنے کے شوق میں

کہیں تھک نہ جائیں
تیرے قدم

مِرے ہم سفر،
مِرے چارہ گر

کبھی منزلیں میرا خواب تھیں ۔ ۔

جو ملیں تو صرف سراب تھیں ،

رگ جان و دل کا عذاب تھیں
مِرے ہم سفر
مِرے چارہ گر

تیری سادگی ،
تیری چاہتیں ۔ ۔
میرا مان ہیں ، میرا ناز ہیں ،

مجھے جاں سے بڑھ کے عزیز ہیں
تیرا ساتھ ہوتا جو بخت میں

تو یہ راہ باغ و بہار تھی

مگر اس سفر کی دھوپ میں

کوئی سایہ دار شجر نہیں

جہاں رک کے تھوڑی سی دیر ہم ،

یہ تھکن ، یہ گرد اتار لیں

مِرے ہم سفر ،
مِرے چارہ گر

مگر اس سفر کی تپّش میں

میرے ساتھ جھلسیں تیرے قدم ،
یہ کبھی گوارا نہیں مجھے

یہ ہی ہجر
اپنا نصیب ہے ۔ ۔ ۔

مِرے ہم سفر
مِرے چارہ گر

تیری زندگی کی مجھے قسم
کہ یہ تشنگی کے سفر میں اب
تیری یاد ہو گی قدم قدم

ترے لفظ ہیں میرا حوصلہ
ترے شعر ہیں میرے راہ بر

مِرے ہم سفر
مِرے چارہ گر

مرے ہم سفر گُم کہاں ہو گئے
سبھی راستے بے نشاں ہو گئے

گئے شوق میں ہم اُفق در اُفق
دیئے راہ کے سب دھواں ہو گئے

مہ و مہر و انجم جو چمکے تو کیا
وہ سب نذرِ خوابِ گراں ہو گئے

پکارا تجھے نام لے کر تِرا
اندھیرے میں جگنو رواں ہو گئے

مرے سامنے چہچہاتے نہیں
پرندے مرے رازداں ہو گئے

مِرے شیشہ ء دل کے ٹکڑوں میں تو
زرا دیکھ ! کتنے جہاں ہو گئے

مجھے اب کوئی یاد آتا نہیں
سبھی قصہ ء رفتگاں ہو گئے

جوانی میں جو زخم ننھے سے تھے
میں بوڑھی ہوئی تو جواں ہو گئے

کسی نے محبت سے پوچھا کبھی
تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے

بھلے اور کچھ بھی نہ دے شاعری
چلو چند غم تو بیاں ہو گئے

مجھے **نازؔ** ہے اپنے اشعار پر
مِرے آنسوؤں کی زباں ہو گئے !

اشکوں کے بیچ تیرتی سپنوں کی کشتیاں
کرتی ہیں کچھ تلاش ، کہوں کس طرح تمہیں !

چاندنی نامہ

اے رات کے راہی چاند سنو۔۔
میرا ایک ضروری کام کرو

من میت کے شہر جو جانا تم
اُسے میرا حال سنانا تم
میں ہر شب تم کو تکتی ہوں

کیا وہ بھی رات کو سوتے وقت
کچھ تم سے باتیں کرتا ہے؟

کیا میری سونی آنکھوں کے
پیغام کبھی وہ پڑھتا ہے؟

اے رات کے راہی اس سے کہو
کہ یاد تمہاری آتی ہے،

اس دل کو اک پل چین نہیں

کیوں پریت کے بندھن باندھے تھے؟
کیوں آس کے پھول تھمائے تھے

وہ قسمیں وعدے بھول گئے

کیوں ساجن ہم سے روٹھ گئے

ہم تم بن جی نہ پائیں گے
یہ رشتے توڑ نہ پائیں گے

اے چاند اسے یہ بھی کہنا
کہ آنکھیں اشک بہاتی ہیں

یہ ہجر ہراساں کرتا ہے

میں راہ تمھاری تکتی ہُوں
اور بے کل ، بے کل پھرتی ہُوں
ہر، ہر دن جیتی مرتی ہُوں

اے چاند جب لوٹ کے آنا تم
اسے میرے پاس لے آنا تم !

کبھی اقرار کی صورت ، کبھی انکار کی صورت
پیامِ دل سُناتی ہے نظر اظہار کی صورت

کبھی خوشیوں کی ہیں صبحیں ، کبھی غم کی سیہ راتیں
زمانہ روپ بدلے ہے ، کسی فنکار کی صورت

اُداسی میں چلی آتی ہیں جو گُل رنگ سی یادیں
مری تنہائی مہکے موتیوں کے ہار کی صورت

سفر کی دھوپ میں سائے بنا چلنا نہیں آساں
مِرے ہمراہ رہنا سایہ ء دیوار کی صورت

مِلن کے وہ حسیں لمحے مجھے جب یاد آتے ہیں
مری آنکھیں برستی ہیں ابد امطار کی صورت

چلے آؤ ! تمہاری چاہتوں کے بن ادھوری ہوں
مری تکمیل ہوجائے تمہارے پیار کی صورت

تمہارے پیار کی کلیوں کو چن کر جانِ جاں میں نے
سجایا ایک گلدستہ کچھ ان اشعار کی صورت

تمہاری چاہتوں کے حسن پر جانِ وفا میری
وفائیں نازؔ کرتی ہیں کسی دلدار کی صورت !

آس کا دیپ

(ہندی اسلوب میں)

بارش کی نوکیلی بوندیں
من آنگن میں آگ لگائیں

وصل کی گھڑیاں
بن کے اجلے پھول کنول کے
جھیل سی آنکھوں میں لہرائیں
یاس وحزن کا تپتا سورج
جسم کی موم سی دیواروں کو

قطرہ قطرہ پگھلائے

روح کا درپن ریزہ ریزہ
زخمی زخمی پوریں ہیں

ٹوٹتے جڑتے ضبط کے بندھن
اور بیرن تنہائی ہے

ہجر کی تیرہ شب ہے پھر بھی
تیرا رستہ دیکھ رہی ہوں

من میں
آس کا دیپ جلائے !!

موسموں کے رنگ نِکھرے ، جھوم اُٹھے بادل ہوا
پھول کلیاں مُسکرائیں ، ہو گئی صندل ہوا

پائلوں کا ساز چھنکا ، چوڑیاں بجنے لگیں
رقص کرتے اُڑ رہے ہیں آج کیوں آنچل ہوا

بلبلوں نے گیت چھیڑے ’’ رُت مِلن کی آ گئی ‘‘
کان میں دھیرے سے آ کر کہہ گئی چنچل ہوا

دھڑکنوں کے شور میں رِم جِھم ہوئی نغمہ سرا
بھیگتے ساون کی رُت میں ہو گئی جل تھل ہوا

یاد کے جھونکے ہوا کے سنگ لہرانے لگے
کررہی ہے اس لیے دل کو مِرے بے کل ہوا

نازؔ اپنی آتشِ رنج و اَلم دل میں رہے
آہ نکلی تو نہ ہو جائے کہیں بوجھل ہوا !!

ٹوٹے دل کی کہانی

اے اہلِ سخن اے دل والو
یہ ٹوٹے دل کی کہانی ہے
اشکوں کے دیپ جلائے ہیں
اور
ہار کسی نے مانی ہے۔۔،
کچھ ہم نادان اناڑی تھے
کچھ ان کے وار بھی کاری تھے
اور کشتیءِ دل بھی ڈول گئی
موسم کی تند ہواؤں سے
ہم ان کے دام میں قید ہوئے
الفاظ کی ناکہ بندی سے

ہم پل پل تڑپے جن کے لئے
وہ نازاں اور مغرور ہوئے
ہم کچھ کہتے وہ کچھ کہتے
ہم اُلجھے اُلجھے رہتے تھے
اس پیت میں ہار ہماری تھی
وہ ہار کے بازی جیت گئے
وہ زخم لگائے جاتے تھے
ہم کرب چھپائے جاتے تھے
وہ جان سکے نہ دکھ میرے
بے درد زمانہ کیا جانے ؟؟
اک دل ٹوٹا ، کچھ خواب لٹے
تعبیر ملی بربادی کی
تاریخ کے باب میں رقم ہوئی
اِک ٹوٹے دل کی کہانی یہ !!

سجی ہوئی تھی کوئی انجمن سی یادوں میں
چراغ جلتے رہے رات بھر نگاہوں میں

میں جن خیالوں سے دامن بچا بچا کے چلی
وہ آ گئے ہیں دبے پاؤں میرے خوابوں میں

عجیب دن ہیں ، عجب رات ہے ، سفر ہے عجیب
یا آ گئی ہوں میں خود ہی عجیب راہوں میں

اُدھر وہ چاند کی دُھن میں چکور اُڑتا تھا
اِدھر پگھلتی تھی شمع اُداس راتوں میں

اگر شرار سا آنکھوں میں بس گیا ہو کوئی
تو کوئی کیسے رکھے آنسوؤں کو آنکھوں میں

وہ حرفِ آرزو ٹھہرا تو رکھ لیا اس کو
یہ سوچ کر کہ ملے گا مِری کتابوں میں

میں نازؔ کیسے عزیزوں کو بھول سکتی ہوں
مِرے رقیب ہیں شامل مری دعاؤں میں !!

ہے اِک خیال نگاہوں میں ہر گھڑی کے لیے
کہ نور میری نظر کا ہے بس اُسی کے لیے

ہمیشہ مانگا ہے رب سے بڑے نیاز کے ساتھ
اُسی کا ساتھ ہی ہر ایک زندگی کے لیے

محبتوں میں ہر اِک سمت خار بکھرے ہیں
یہ راستے نہیں آسان ہر کسی کے لیے

یہ ریت ، رسم و روایت ، یہ عزتیں ، یہ بھرم
یہ سلسلوں میں ہے کیوں فخر آدمی کے لیے ؟

یہ دورِ نو ہے ، وفاؤں کا تذکرہ کیسا ؟
کہ مال و زر ہی ہے معیار ، اب سبھی کے لیے

جہاں کی رسموں پہ قرباں ہوئی ہیں صدیوں سے
انا کی بھینٹ چڑھیں بیٹیاں کسی کے لیے

تمام عمر کا حاصل تھے نازؔ وہ لمحے
جو لمحے میں نے گزارے خود آگہی کے لیے

وہ اک محتاط سی لڑکی

سنو جاناں !
وہ اک خاموش سی لڑکی
جو تم سے پیار کرتی تھی
مگر محتاط رہتی تھی
تمہاری چاہتوں کی شدتوں
اور بے قراری پر
تمہیں دھیرے سے سمجھاتی
کہ جاناں
شدتیں انسان کو برباد کرتی ہیں
محبت میں ، عداوت میں
طبیعت میں ، عبادت میں

سبھی جذبوں میں اک حد
ایک ٹھہراؤ ضروری ہے
ہماری اس محبت میں بھی
''ٹھہراؤ'' ضروری ہے
مگر ------------------
تم سے جدا ہو کر
وہی محتاط سی لڑکی
تمہاری یاد کے جنگل میں
اب بے چین پھرتی ہے
تمہارے ہجر کی آتش میں
جلتی ہے ، تڑپتی ہے
وہ اپنی ساری باتیں ، احتیاطیں بھول کر
شدت سے تم کو ''یاد'' کرتی ہے !

کبھی آؤ وطن میرے ، تو کِھل اُٹھیں چمن سارے
یونہی رس گھول جائیں ، بلبل و غنچہ دہن سارے

دسمبر کا خنک موسم ، اُداسی کی سیہ راتیں
ٹِھٹھرتی روح ہے میری ، پگھلتا ہے بدن سا ، رے

بدلتے رنگ دنیا کے ، نہ تم ان سے بدل جانا
رہِ منزل یہ اندیشے بنے ہیں راہزن سارے

غمِ دنیا ،غمِ جاناں ، غمِ ہجراں ، غمِ دوراں
جہانِ درد سے وابستہ ہیں شعر و سخن سارے

محبت کے وہی رستے ، بلائیں **نازؔ** اب کس کو
زمیں گویا نہیں ، بہرے ہوئے جیسے گگن سارے !!

آس کی نیّا

(ہندی اسلوب میں)

آس نراش کی آنکھ مچولی
کب تک نیند نہ آئے گی ۔۔

دل سے تمہاری یاد کی ڈوری
کب تک چین چُرائے گی
تم سنگ بیتے سارے لمحے
آنکھوں میں تصویر بنے ۔۔۔
کیسے بھولوں تم کو ہمدم
کیسے کٹے برہا کی رین
آس کی نیّا ڈول رہی ہے
بیچ بھنور کی موجوں میں
پل ، پل جلنا ۔۔۔ مر ، مر جینا
دل کو اور کرے بے چین
چھوڑ دو اب یہ ساری رسمیں
توڑ دو اب یہ سارے بندھن
تھام لو میرے ہاتھ کو ساجن
مل جائے اب دل کو چین

رات کا جو رہے گلہ کرتے
کاش روشن وہ اک دیا کرتے

آستینوں میں جن کی خنجر تھے
خاک وُہ درد کی دوا کرتے

اپنی تربت کو رنگ لگ جاتے
چند کلیاں وہ گر عطا کرتے

بیٹھ کر ہجر کی حویلی میں
روز قصے ترے سنا کرتے

تجھ کو اوروں کا ہم نے ہونے دیا
اور اب کتنا دل بڑا کرتے

لب کشائی پہ کٹ گئی گردن
جرم یہ کاش بارہا کرتے

گر کوئی ہم مزاج مل جاتا
پیار کی ہم بھی انتہا کرتے

لاش اپنی بھی دیکھتی دنیا
رسمِ شبیرؓ گر ادا کرتے

کام چھوٹا سا تھا پر عمر لگی
دِل سے اِک ہاتھ کو جدا کرتے

بھول جانے میں عافیت تھی مگر
نازؔ کس دل سے یہ دُعا کرتے

تو مجھے عام سمجھتا ہے مگر جانِ جہاں
اِک توجہ سے تری خاص بھی ہوسکتی ہوں !

ابھی بارش کا موسم ہے

(گیت)

ذرا سی دیر رُک جاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

نہ یوں منہ موڑ کر جاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

ابھی جذبے مچلتے ہیں
ابھی ارمان جاگے ہیں

فضاؤں کے اشارے ہیں
نگاہوں کے تقاضے ہیں

تمناؤں کو بہلاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

ابھی کلیوں کے چہروں پر
ذرا مسکان اُبھری ہے

ابھی پھولوں کو کھلنا ہے
ابھی راہیں مہکنی ہیں

ابھی سے تم نہیں جاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

ستم کیسا ہے اس رُت میں
تمہیں جانے کی جلدی ہے

ابھی دھڑکن سنبھلنی ہے
ابھی تو شام ڈھلنی ہے

میرے دل کو نہ تڑپاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

میری نظریں تمہیں جاناں
کوئی پیغام دیتی ہیں

یہ برکھا رُت میری پلکوں سے
رہ رہ کر برستی ہے

میری چاہت نہ ٹھکراؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

ابھی کچھ دیر رُک جاؤ
ابھی بارش کا موسم ہے

اے گردش دوراں ، عمر رواں

اے گردش دوراں
عمر رواں

کچھ پل کے لئے ستانے دے
یہ ناطے ، ریت یہ رسم و رواج

ان سب سے آنکھ چرانے دے

یہ جبرِ مسلسل رشتوں کے

یہ بندھن آنسو آہوں کے

اب زنجیریں سی لگتی ہیں

ان زنجیروں سے پل دو پل

تھوڑی سی مجھے آزادی دے

اے عمر رواں کچھ دیر ٹھہر

اے دل کی خلش
کچھ چین تو لے

اس دشت الم میں نم آنکھیں

کچھ خواب سے دیکھا کرتی ہیں

خوش فہمی کے بہلاووں سے

کچھ حرفِ تسلی دیتی ہیں

اس رنج و اَلَم نے توڑا ہے

کچھ اور غموں میں چھوڑا ہے
یہ رشتوں کی زنجیریں اب تو
ہر لمحے کی ساتھی ہیں

(یہ توڑ بھی کیسے سکتے ہیں)

اے عمر رواں کچھ پل کے لئے

آسودہ نگر میں جانے دے

اس شوخ نظر سے پوچھ تو لیں

اس راہ پہ کیوں یہ پاگل دل

انجانی لَے پہ دھڑکا ہے؟

اس موڑ پہ کیوں یہ دامنِ دل

پھر کس کے آگے پھیلا ہے؟

یہ نظریں اس کی راہوں میں کیوں سجدہ ریز ہی رہتی
ہیں؟

کہ بھرم و انا کی دیواریں
اس کرب وجنوں سے ہاری ہیں

اے گردشِ دوراں تو ہی بتا
اس سمت پہ چل کر کیا ہو گا؟

اس درد کا درماں کیا ہو گا

اس درد کا حاصل ہجر ہے کیا؟؟

اس روگ کا حاصل ہجر ہے کیا؟؟؟

جہانِ حرص و ہوس میں کسی کو پیار نہیں
یہاں خلوص و محبت پہ اعتبار نہیں

ملے ہیں دوست بھی کچھ اس طرح زمانے میں
سبھی ہیں اہلِ جفا ، کوئی غمگسار نہیں

گلہ ء ترکِ تعلق وہ کر گیا ہم سے
جو اپنی راہ بدل کے بھی شرمسار نہیں

میرا جنوں بڑھا ایسا طریقِ الفت میں
تمہاری چاہ میں خود پر بھی اختیار نہیں

قدم سنبھال کے رکھنا ، بکھر نہ جائے کہیں
یہ میرا دل ہے صنم ، کوئی رَہ گزار نہیں

چلیں کچھ ایسی ہوائیں کہ دشتِ فرقت میں
خزاں خزاں ہے چمن اور کہیں بہار نہیں

محبتوں کے سفر پہ ہمیں تھا نازؔ بہت
ملے ہیں دکھ مگر اتنے کہ کچھ شمار نہیں !

اُس کے شبدوں کی رم جھم برستی رہی
شبنمی اوس دامن بھگوتی رہی

درد کی شمع بجھ بجھ کے جلتی تھی اور
قطرہ قطرہ تو میں بھی پگھلتی رہی

اس کی نظروں میں رب جانے کیا بات تھی
میری ہر سوچ مجھ سے اُلجھتی رہی

رات گہری سے گہری تریں ہو گئی
اِک اداسی مرے اور پھرتی رہی

چاند تاروں کی سرگوشیاں مستقل
چاندنی ، میری چھت پر ٹہلتی رہی

بہت کچھ

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
بہت کہنے کی چاہت ہو
بہت لکھنے کی خواہش ہو
مگر کچھ کہہ نہیں سکتے
کہ ہم کچھ لکھ نہیں سکتے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ۔
دلوں میں ہوک ہوتی ہے
یہ خواہش پھر بھی روتی ہے

قلم جنبش میں آ جائے
زباں مل جائے حرفوں کو
سرِ قرطاس رہ جائے
تمنا ہائے ہو، ہو کر
ربابِ آرزو ہو کر

بیانِ مدعا کر لے
مگر ایسا نہیں ہوتا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کسی سے گفتگو کر لو
قیاسِ آرزو کر لو
یہ حسرت پھر بھی رہتی ہے
شکایت پھر بھی رہتی ہے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
اثاثے خواب حرفوں کے
گُہر انمول یادوں کے
کبھی ہم جیت کر بھی
زندگی سے ہار جاتے ہیں
خودی کو، اور خود کو مار جاتے ہیں !

سکوت شب میں بھی دل کا چراغ جلتا رہا
نگاہ **نازؔ** سویرے کے انتظار میں تھی !!

خواہشوں کی تتلیاں

خواہشوں کی تتلیاں ۔۔۔
چاہتوں کے پھولوں پر، پھڑ پھڑائے جاتی ہیں
تیری یاد کے جگنو۔۔۔
ان اندھیری راتوں میں، راستے دکھاتے ہیں
دل کی دھڑکنیں میری
کچھ حسیں مدُھر نغمے

گُنگُناتی رہتی ہیں ۔۔۔
آرزو کے تاج محل، چاہتوں کی نُدرت میں، ۔۔۔
ہم قدم ہی رہتے ہیں ۔۔۔
خوشبوؤں کی سوغاتیں، چین وسکھ کے دیپک بھی
حوصلوں کی صورت میں ۔۔۔
ساتھ ساتھ میرے ہیں ۔۔۔
مسکراتی یہ کلیاں
شبنمی سی بارش میں
کچھ صدائیں دیتی ہیں ۔۔۔
چاند کی سجل کرنیں
چارسو یہ بکھرے رنگ
کچھ پیام دیتے ہیں ۔۔۔۔
"تم کہیں سے آجاؤ۔۔۔
راستے چمک جائیں"

زندگی ہے کتاب کی صورت
ہر ورق اِک نصاب کی صورت

اُلجھی اُلجھی سی زندگی اپنی
جیسے ہو اِک عتاب کی صورت

زیست ! اب اور کیا کہوں تجھ کو
تو ہے خانہ خراب کی صورت

میں نے دنیا سے جب خوشی چاہی
سامنے تھی حساب کی صورت

اُس کی یادیں تھیں دل کے ساحل پر
ریلا ریلا چناب کی صورت

ایک صورت نظر میں ہے جیسے
رنگ ، خوشبو ، گلاب کی صورت

میرے دل کے اُفق پہ چھایا ہے
پیار اُس کا سحاب کی صورت

میں نے عُنوانِ زندگی چاہا
بن گیا انتساب کی صورت

اب وفاداریاں ہیں ایسے **نازؔ**
عمرِ رفتہ شباب کی صورت !

قطعہ

باتوں میں اس کی میری اسیری کے واسطے
ریشم کے جال تھے کہ شکایت نہ کر سکے
اتنا خلوص تھا مِرے ساحر کی آنکھ میں
ہم نے ادائے **نازؔ** سے ہتھیار رکھ دیے

یاد باقی رہی اور کیا رہ گیا
دیکھنے کو یہی آئنہ رہ گیا

روز لگتا ہے کل رات کوئی تو تھا
غالبا آس کا در کھلا رہ گیا

بے بسی ایک دن اس کو تکتی رہی
اور وہ بھی اُسے دیکھتا رہ گیا

زرد رُت نے نہ چھوڑی کوئی شے ہری
زخم دل کا مرے بس ہرا رہ گیا

کس کو اپنا کہوں ، کوئی اپنا نہیں
بس یہی ہر کوئی سوچتا رہ گیا

تلخیِ حالِ دوراں سے چھوٹا ہوا
کوئی نغمہ لبوں پہ سجا رہ گیا

تالیاں بج رہی تھیں ہمارے لیے
مسکراتا ہوا وہ کھڑا رہ گیا

کاغذی پھول اس کوٹ پر سج گیا
صبر کی شاخ پر دل دھرا رہ گیا

جب مسیحا کے چہرے سے اترا نقاب
زخم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا

کیا اٹھائیں شبِ زیست کے نازؔ ہم
اس بیابان میں اک دیا رہ گیا !

لڑکی سے بیوی

پہلے وہ نادان بہت تھی
رشتوں سے انجان بہت تھی
چھوٹے چھوٹے سکھ اور دکھ پر
جلد ہی ہنستی ..... رو دیتی تھی
پھر جب
وقت نے پلٹا کھایا
اس لڑکی کو یہ سمجھایا
اپنے سارے غم اور دکھ پر
اندر اندر رونا ہے
ہونٹوں پر مسکان سجا کر
''بیوی'' بن کر رہنا ہے

بچھڑ کے تم سے ملی ہیں ، اذیّتیں کیا کیا
زمانے بھر سے ہوئی ہیں عداوتیں کیا کیا

وفا کی چاہ میں جس پر بھی اعتبار کیا
صلے میں اُس سے ملی ہیں کدورتیں کیا کیا

ہزار زخموں کو دل میں چھپا کے لوگوں نے
ہنسی کے روپ میں اوڑھیں بناوٹیں کیا کیا

رہِ حیات میں جیون گزارنے کے لیے
ہر اِک مقام پہ لُٹتی ہیں چاہتیں کیا کیا

خبر ہے ، سب کو ہماری وفا پرستی کی
جفا سرشت نبھائیں محبتیں کیا کیا ؟؟

زمین و زر کی ہوس نے ہر اک زمانے میں
رفاقتوں میں عطا کیں رقابتیں کیا کیا

جبین ناز جھکائی تھی جسکے قدموں میں
اُسی نے بخشی ہیں غم کی عنایتیں کیا کیا !

رخِ مہتاب سے جیسے سحاب آہستہ آہستہ
"سرکتی جائے ہے رُخ سے نقاب آہستہ آہستہ"

نگاہوں کے تصادم سے ،تبسم سے ،تکلم سے
زمینِ دل پہ کھِلتے ہیں گلاب آہستہ آہستہ

لہو سے لکھے ورقے ہیں جنہیں سادہ سمجھتے ہو
کھلے گی آپ پر دل کی کتاب آہستہ آہستہ

سوال اکثر سبھی پہلی نظر میں پوچھتا ہے عشق
دیار حُسن دیتا ہے جواب آہستہ آہستہ

تمہاری یاد کی پہلی کرن سے پھوٹ پڑتی ہے
مِری آنکھوں سے اک موجِ چناب آہستہ آہستہ

تمہارے واسطے دھڑکن کے جگنو ٹمٹاتے ہیں
دیارِ دل چلے آؤ جناب آہستہ آہستہ !

محبت ، دوستی پہلے پہل تو مفت لگتی ہے
سمجھ میں نازؔ آتا ہے حساب آہستہ آہستہ

محبت

محبّت اولوہی جذبہ
یہ جذبہ آسمانی ہے

محبّت پھول ہے خوشبو
محبّت ایک گلشن ہے

محبّت زخم ہے مرہم
محبّت شعلہ شبنم ہے

محبّت ماہِ کامل ہے
محبّت اک ستارہ ہے

محبّت اک حقیقت
اک دعا کا استعارہ ہے

محبّت زور ہے اک شور ہے
آسودہ راحت ہے

محبّت سنگ ہے آئینہ ہے
یا ایک آہٹ ہے

محبّت جستجو، خواہش
محبّت مسکراہٹ ہے

محبّت تشنگی، پیوستگی
یا ایک سیرابی
محبّت ہجر میں بھی
وصل کا نادر کرشمہ ہے

محبّت اک رفاقت ہے
جو اک عادت سی بن جائے

محبّت کی صداقت سے
مکمّل ذات ہو جائے
محبّت سرخوشی ہے،

با مرادی شادمانی ہے

محبّت اک امنگ ہے آرزو ہے،
خوش گمانی ہے
محبّت درد کا درماں،
محبّت جاودانی ہے

محبّت میں ہی پوشیدہ
”تِری میری کہانی ہے“

بلائیں ہماری ، صدائیں ہماری
کوئی ہم سے لے لے دعائیں ہماری

نہ جانے سمائی ہے کیا اس کے من میں
ہمیں دے رہا ہے سزائیں ہماری

مہکنے لگے ہیں ہم اُڑنے لگے ہیں
ہمیں لگ رہی ہیں ہوائیں ہماری

بلائے محبت کی لی ہیں بلائیں
کوئی آئے لینے بلائیں ہماری

علاج اپنا خود ہی وہ کر لے گا صاحب
مسیحا کو حالت دکھائیں ہماری

چراغوں سے گھر میں دھواں ہی دھواں ہے
سنیں ! شمع گھر میں جلائیں ہماری

بہت سن چکے **نازؔ** دنیا کے قصے
کہانی ہمیں اب سُنائیں ہماری

کر کے روشن تری یادوں کے دیئے ، شام کے ساتھ
خواہشیں میں نے سجا دی ہیں در و بام کے ساتھ

تھی لگی دل کی سلگتی رہی ہر دھڑکن میں
آگ اک حشر اٹھاتی رہی ، کہرام کے ساتھ

بے ارادہ ہی تری سمت چلی آئی میں
تو نے بھی بڑھ کے پذیرائی کی اکرام کے ساتھ

بزم میں سب سے نگاہیں جو چرالیں میں نے
جی یہ چاہا تجھے سوچوں ، بڑے آرام کے ساتھ

کاوشِ فکر بہرحال اثر رکھتی ہے
شعر سب دل پہ اترتے نہیں الہام کے ساتھ

تھک کے گر جانا کوئی ہار نہیں ہے صاحب
عمر بھر لڑتے رہے گردش ایام کے ساتھ

ہم صفائی کی دعا مانگنے والے بنتے
کاش وہ چھوڑتے ہم کو کسی الزام کے ساتھ

پھر بہت شوق سے موت آئے تو حسرت ہی نہ ہو
صبح دیکھیں یہ دروبام تری شام کے ساتھ !

نازؔ کرتی میں مقدر پہ ہمیشہ اپنے
نام آتا جو کبھی اُس کا ، مِرے نام کے ساتھ

قطعہ

اے نسیمِ سحر اُس سے جا کے کہہ دینا ذرا
کوئی یادوں کے دیئے شب بھر جلاتا رہ گیا
ہر نئی آہٹ پہ ہوتا تھا گماں ’’ وہ آ گیا ‘‘
آس جل کر بجھ گئی ، پر دل سُلگتا رہ گیا !

ایک جیون گزارنے کے لئے

بے ارادہ سی اک محبت میں
شہرِ غم سے ہوئی شناسائی
پھول کلیوں کی آرزوؤں میں
مل گئے خار، آبلہ پائی

دل کی نگری کی روشنی تم تھے
میرے جیون کی ہر خوشی تم تھے

تم گئے ہو تو دل کی بستی میں
جیسے اک شامِ ہجر دَر آئی

جس کی چاہت سے دل کے آنگن میں
آس کی شمع جھلملائی تھی
کیا خبر تھی اُسی کی لَو ہم کو
پھر یونہی عمر بھر جلائے گی

کیسے طے ہوگی تیرے بن ہمدم
ہجر کی راہ، شامِ صحرائی ؟

ایک جیون گزارنے کے لئے
کتنے جیون ہوں صرفِ تنہائی ؟؟

دردِ دل حد سے جب سِوا ہو گا
تیری رحمت کا آسرا ہو گا

تیرے در کے سوا اے رب کریم
اَور کوئی نہ راستہ ہو گا

آرزوؤں کا بھیگا تاج محل
دل کے دربار میں کھڑا ہو گا

بحرِ غم سے نکالنے کے لیے
کون کشتی کا ناخدا ہو گا

اس کی آنکھوں میں سُرخ جھرنا تھا
قتل سپنا کوئی ہُوا ہو گا

اِس دسمبر میں تُو نہیں ہے دوست
تیری یادوں کا سلسلہ ہو گا

آج آنکھوں میں کچھ خمار سا ہے
آج خوابوں میں رابطہ ہو گا

کوئی آہٹ نہ کوئی دستک ہے
دلِ ناداں کا واہمہ ہو گا

مسکراہٹ سے **ناز** لگتا ہے
درد خاصا بڑا سہا ہو گا

یاد کی بارش

پھول کھلے یا تارا چمکا
من کا سونا آنگن مہکا
جھوم اٹھی دل کی تنہائی
موسم نے پھر لی انگڑائی
تیری یاد کی بارش آئی

پھر دل ہُوا اُداس ، کہوں کس طرح تمہیں
اب بھی ہے ایک آس ، کہوں کس طرح تمہیں

یہ پیار ہے کہ خواب یا معصوم سی خطا
ہو کتنے ناشناس ، کہوں کس طرح تمہیں

مٹی پہ جب گراتا ہے بادل دھڑکتے پھول
اُٹھتی ہے کیسی پیاس ، کہوں کس طرح تمہیں

کچھ زخم ، میرے دل میں سلگتے ہیں رات دن
اے دل کے غم شناس کہوں کس طرح تمہیں

اپنی حیات اور تمہاری خوشی کے بیچ
کرتی ہوں میں قیاس ، کہوں کس طرح تمہیں

مرنے کی چاہ میں نہ کہیں پھر سے جی اُٹھوں
آؤ نہ اتنے پاس ، کہوں کس طرح تمہیں

اے دردِ ہجر یاد نہ کر الفتوں کا دَور
ہے شب بہت اُداس کہوں کس طرح تمہیں

یہ دل کا مدّعا ہے بہت نازؔ سے صنم
لوٹ آؤ آج پاس کہوں کس طرح تمہیں !

دان

اس سے پہلے کہ تیرگی شب کی
روح میں تشنگی سی بھر جائے

اِس سے پہلے کہ چاندنی کا فسوں
چاند کی اوٹ میں سِمٹ آئے
اِس سے پہلے کہ آس کا تارہ
یاس کی گود میں اُتر جائے

اِس سے پہلے کہ چاہتوں کے کنول
بِن کھِلے زیرِ آب ہو جائیں

اِس سے پہلے کہ ریشمی جذبے
جسم میں برف پوش ہو جائیں

اِس سے پہلے کہ چشمِ حیراں میں
ہجر کی وحشتیں ٹھہر جائیں

اِس سے پہلے کہ آرزو کے دیئے
حسرتوں کا غبار بن جائیں
تم
نئی روشنی جلا دینا
زندگی سے مجھے ملا دینا
اِک یقیں مجھ کو ''دان'' کر دینا
اپنی اُلفت کا مان دے دینا !!!

قطعہ

سوال اس کے ، جواب اس کے
کتاب الفت میں باب اس کے
میرے لبوں پر حجاب حائل
وفا کے سارے نصاب اس کے

پتھر کی رانی

سوچ رہی ہوں ۔۔۔
آج میں ایک کہانی لکھوں
اُس میں اپنی ساری آہیں ،
سارے درد
سارے روگ ، زبانی لکھوں
اور کہانی کا عنواں میں
''اِک پتھر کی رانی'' رکھوں !

قطعہ

مری زندگی کا یہ دائرہ
ترِے اردگِرد ہے سلسلہ
ترِے نام سے مری ابتداء
ترِی ذات تک مِری انتہاء !

حصہ فارسی تراجم

فارسی ادب نہ فقط شیریں بیانی اور گنج معانی میں اپنی مثال آپ ہے بلکہ اردو زبان کی بہت سے ادبی اصناف و روایات کا سرچشمہء آغاز بھی ہے۔شنید ہے کہ اردو میں اچھی مہارت کے لیے فارسی زبان پر گرفت ہونا لازمی امر ہے۔خوش قسمتی سے مجھے شروع سے ہی فارسی اور عربی مطالعے کا فہم ، ذوق اور ماحول میسر رہا۔ اسی خصوصی رغبت کی وجہ سے فرصت کے اوقات میں فارسی ادب کے بہت سے شہ پاروں کا مطالعہ نہایت پرلطف تجربہ رہا۔ گرچہ ایک اچھے شعر کا کسی اور زبان میں ترجمہ ہمیشہ ممکن یا بہترین نہیں ہوتا پھر بھی میں فارسی کے گرانمایہ خزانے سے کچھ گوہرِ آب دار آپ کی نذر کرنا چاہوں گی۔ امید ہے میری طرح آپ بھی ان بلند پایہ فارسی اشعار کے معنوی جوہر سے لطف اندوز ہوں گے۔

جس دل میں درد ہو گا ، سمجھے گا وہ یہ نکتہ
گو توبہ کر چکا ہوں ، توڑا نہیں سبو کو
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

این نکتہ را شناسد آن دل کہ دردمند است
من گرچہ توبہ گفتم نشکستہ ام سبو را
(علامہ اقبال)

میں دل میں بیج بوتا ہوں تمہارے عشق کے غم کے
نہیں ہے اور کاروبار میرا اب سوا اس کے
(منظوم ترجمہ از **ناز** ہاشمی)

بہ دل تخمِ غمِ عشق تو کارم
ندارم غیر ازین کاری و باری
(عبدالرحمٰن جامی)

ہم میں خود طاقتِ پرواز نہیں ہے ورنہ
اک زمانے سے قفس توڑ چکا ہے صیاد !
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

ما قوتِ پرواز نداریم وگرنہ
عمریست کہ صیاد شکستہ ست قفس را
(رفیع مشہدی)

اے اجل آج مجھے صرف یہ مہلت دے دے
یار کے بخشے ہوئے زخم کی لذت لے لوں
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

ای اجل، آن قدری صبر کن امروز کہ من
لذتی گیرم از آن زخم کہ بر جانم زد
(امیر خسرو)

گو حبِ علیؓ میں ہوں محکم تریں
میں عشقِ عُمرؓ سے بھی خالی نہیں

(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

بہ مہرِ علی گرچہ محکم پیَم
ز عشقِ عمر نیز خالی نیَم

(نظامی گنجوی)

سبھی اسیروں کو غم سے نجات دے مولا
سوائے حُسن کی زنجیر کے اسیروں کے
(منظوم ترجمہ از **ناز** ہاشمی)

خلاص بخش خدایا ہمہ اسیران را
مگر کسی کہ اسیرِ کمندِ زیبایی ست
(سعدی شیرازی)

یار کے ساتھ ہو فرشتہ بھلے
عشق میں بدگمانی لازم ہے
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

ہمدمِ یار اگر فرشتہ بوَد
شرطِ عشق است بدگمان بودن
(شاپور تہرانی)

مرنے کے بعد قبر نہ دھرتی پہ ڈھونڈنا
میرا مزار پہنچے ہوؤں کے دلوں میں ہے
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

بعد از وفات تُربتِ ما در زمیں مجو
دَر سینہ ہائے مردمِ عارف مزار ما !
(حافظ شیرازی)

میں تو ہوا تو میں ہوئی
میں تن ہوا تو جاں ہوئی
تاکہ نہ پھر کوئی کہے
میں اور ہوں ، تو اور ہے !

(منظوم ترجمہ از **نازؔ** ہاشمی)

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری!

(سعدی شیرازی)

پھولوں پہ گراں نالۂ بلبل نہیں ہوتا
آوازِ گدا ہے سخی دربار کی رونق
(منظوم ترجمہ از **نازؔ** ہاشمی)

برہم نہ شود طبعِ گُل از نالۂ بُلبل
آوازِ گدا رونقِ دربارِ کریم است !
(نامعلوم)

معدنِ آگہی پسند مجھے
یعنی ہے فارسی پسند مجھے
(منظوم ترجمہ از نازؔ ہاشمی)

من زبانِ فارسی را دوست دارم
یعنی کانِ آگہی را دوست دارم
(عین بیخود)

عالمِ بے خبری کسی جنت سے کم نہ تھا
ہائے افسوس بہت دیر سے یہ ہم پہ کھُلا

(منظوم ترجمہ از **ناز** ہاشمی)

عالمِ بی خبری طُرفہ بہشتی بودہ ست
حیف وصد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم

(صائب تبریزی)

میں آ گئی ہوں (ناز ہاشمی)

میں آ گئی ہوں ہائے ہائے
میں آ گئی ہوں
عشق فریاد کرے
میں آئی ہوں
کہ ناز بنیاد رہے
میں آ گئی ہوں

میں آ گئی ہوں
عشق فریاد کرے
میں آئی ہوں
کہ ناز بنیاد رہے
میں آ گئی ہوں ہائے ۔۔۔۔

✻✻✻✻✻

من آمدہ ام (جلیل زلاند)

من آمدہ ام وای وای
من آمدہ ام
عشق فریاد کند
من آمدہ ام
کہ ناز بنیاد کند
من آمدہ ام

من آمدہ ام
عشق فریاد کند
من آمدہ ام
کہ ناز بنیاد کند
من آمدہ ام وای ۔۔۔۔

✻✻✻✻✻

ای دلبر من دعا ہے سو سالہ بنے

پہلو میں رہے اور مرا ہمسایہ بنے
ہمسایہ بنے ہاتھوں کا سایہ کرے
شاید کہ اس غریب کا سرمایہ بنے

میں آ گئی ہوں ہائے ہائے

میں آ گئی ہوں
عشق فریاد کرے
میں آئی ہوں
کہ ناز بنیاد رہے
میں آ گئی ہوں ہائے ۔ ۔ ۔ ۔

*****

ای دلبر من الہی صد سالہ شوی

در پہلوی ما نشستہ ہمسایہ شوی
ہمسایہ شوی کہ دست بہ ما سایہ کنی
شاید کہ نصیب من بیچارہ شوی

من آمدہ ام وای وای

من آمدہ ام
عشق فریاد کند
من آمدہ ام
کہ ناز بنیاد کند
من آمدہ ام وای ۔ ۔ ۔ ۔

*****

صحرا میں دل کے عشق کا اک خیمہ لگا

پیروں میں دل کے باندھ دی زنجیر وفا
گر عشق مرے درد کا درماں نہ بنا
ہائے ہائے دلا ہائے دلا ہائے دلا

میں آ گئی ہوں
میں آ گئی ہوں

عشق فریاد کرے
میں آئی ہوں
کہ ناز بنیاد رہے
میں آ گئی ہوں ہائے ۔۔۔۔

❊❊❊❊❊

عشق آمد و خیمہ زد بہ صحرای دلم

زنجیر وفا فکندہ در پای دلم
عشق اگر بہ فریاد دل ما نرسد
ای وای دلم وای دلم وای دلم

من آمدہ ام
من آمدہ ام

عشق فریاد کند
من آمدہ ام
کہ ناز بنیاد کند
من آمدہ ام وای ۔۔۔۔

❊❊❊❊❊

آ جا کہ چلے جائیں یہاں سے دونوں

تُو ہاتھ کو پکڑے میں دامن کو ترے
پہنچیں وہاں کہ دونوں ہی بیمار پڑیں
تُو غم میں بےکسی کے، میں ترے غم میں

میں آ گئی ہوں ہائے ہائے
میں آ گئی ہوں

عشق فریاد کرے
میں آئی ہوں
کہ ناز بنیاد رہے
میں آ گئی ہوں

*****

بیا کہ برویم از این ولایت من وتو

تو دست منو بگیر ومن دامن تو
جائے برسیم کہ ہر دو بیمار شویم
تو از غم بے کسی ومن از غم تو

من آمدہ ام وای وای
من آمدہ ام

عشق فریاد کند
من آمدہ ام
کہ ناز بنیاد کند
من آمدہ ام

*****

میں آ گئی ہوں

عشق فریاد کرے

میں آئی ہوں

کہ ناز بنیاد رہے

میں آ گئی ہوں ہائے ۔۔۔۔

❊❊❊❊❊

من آمده ام

عشق فریاد کند

من آمده ام

که ناز بنیاد کند

من آمده ام وای ۔۔۔۔

❊❊❊❊❊

نام کتاب .... زیرِ لب
مصنفہ .... نازؔ ہاشمی
ڈیزائنر .... تخیل
اشاعت .... جنوری 2016ء

NazHashmi.blogspot.com

تمت بالخیر